یا رب العالمین — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — یا رحمۃ للعالمین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

بیادگار

اعلیٰحضرت امیرِ ملت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

Octuber November 1980

زیرِ نگرانی: حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب

ایڈیٹر: حضرت مولانا علامہ اسمٰعیل گوہر صاحب نقشبندی مجددی

باامدادِ روحانی حضرت مولانا سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالطافِ روحانی حضرت مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
باستمدادِ روحانی حضرت مولانا جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالتفاتِ کریمانہ حضرت مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بظلِ حمایت مولانا الحاج پیر سید نذر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد: ۶۸ • شمارہ: ۲۳-۲۴ • بابت ماہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر

اسسٹنٹ ایڈیٹر ——— فیاض احمد گوہر

دائرے میں سُرخ نشان آپ کا چندہ ختم ہونے کی علامت ہے

گوہر

چندہ

سالانہ	۱۵ روپے
ششماہی	۸ "
سہ ماہی	۵ "
فی شمارہ	۱/۵۰ "

ایڈیٹر و پبلشر: غلام رسول گوہر، مطبع: لاہور آرٹ پریس انار کلی لاہور۔ مقام اشاعت کوٹ عثمان خان قصور

رحمۃ للعالمین ﷺ

کے حضور
ہندو شعرا کا خراج عقیدت

سبحان اللہ روئے محمدؐ
کیا کہنا! خوشبوئے محمدؐ

محرابی ابروئے محمدؐ
مشک و عنبر موئے محمدؐ

ساون کی گھنگھور گھٹا[ئیں]!
بل کھائے گیسوئے محمدؐ

پتھر سے دل [جس] سے پگھلے
سبحان اللہ! خوئے محمدؐ

میں بیچینؔ نبیؐ کا بسمل
دل ہے میرا سوئے محمدؐ

بیچینؔ رجپوری (بدایونی)

عظیم الشان ہے شانِ محمدؐ
خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ

کتب خانے کئے منسوخ سارے
کتاب حق ہے قرآنِ محمدؐ

فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں
غلامانِ غلامانِ محمدؐ

نبیؐ کا نطق ہے نطقِ الٰہی
کلام حق ہے فرمانِ محمدؐ

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ
یہی ہیں چار یارانِ محمدؐ

علی و فاطمہ شبیر و شبر
بسا ان سے گلستانِ محمدؐ

بتاؤں کوثریؔ کیا مشغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوانِ محمدؐ

چوہدری دلو رام کوثریؔ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	نعت شریف	۳
۲	آہ! آفتاب رشد و ہدایت غروب ہوگیا	۴
۳	بمسرت ولادت باسعادت حضرت پیر سید محمد ظفر حسین شاہ	۷
۴	حضرت جوہر الملت کے بعض ابتدائی حالات	۹
۵	ادارہ انوار الصوفیہ کی جانب سے تعزیت	۱۵
۶	منقبت بحضور الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری	۱۸
۷	سفر میسور کا اہم واقعہ	۲۰
۸	سادہ و پر وقار باغ و بہار شخصیت	۲۳
۹	نوجوان تحریک چلا کر جہیز کی بری رسم کو ختم کر سکتے ہیں	۲۵
۱۰	آہ یادگار سلف نبیرۂ امیر ملت	۲۸
۱۱	یوم الوالعرب	۳۰
۱۲	کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت	۳۱
۱۳	تبصرہ	۳۳
۱۴	لا یمکن الثناء کما کان حقہ	۳۴
۱۵	چند سبق آموز واقعات	۳۵
۱۶	حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری	۳۷
۱۷	حسن اخلاق کے پاکیزہ نمونے	۴۶
۱۸	رحمۃ للعلمین کے حضور	ٹائٹل ص
	بندو شعراء کا خراج عقیدت	
		ص
۱۹	اچھی باتیں	

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق

ویب سائٹس، بلاگز، ویڈیو اور تصاویر کے لنکس

http://ameeremillat.org/	ویب سائٹس
http://ameer-e-millat.com/	ویب سائٹس
http://ameeremillat.com/	ویب سائٹس
http://www.haqwalisarkar.com/	ویب سائٹس
http://www.charaghia.com/	ویب سائٹس
http://www.scribd.com/bakhtiar2k	کتابیں
http://www.flickr.com/photos/34727076@N08/	تصاویر
http://www.flickr.com/photos/91889703@N07/	تصاویر
http://www.facebook.com/groups/alipurmureeds/	فیس بک پر پیر بھائیوں کا گروپ
http://wwwnfiecomblogspotcom.blogspot.com/2009_06_01_archive.html	بلاگز
http://www.jamaatali.blogspot.com/	بلاگز
http://alipuri.blogspot.com/2009/06/about-pir-syed-jamaat-ali-shah.html	بلاگز
http://www.jamaatali.blogspot.com/	بلاگز
http://vimeo.com/user13885879/videos	ویڈیو
Youtbe: bakhtiar2k	ویڈیو
www.marfat.com	اسلامی کتابیں ڈاؤن لوڈ کریں
www.maktabah.org	اسلامی کتابیں ڈاؤن لوڈ کریں
www.fezanenaat.com	نعتیں ڈاؤن لوڈ کریں

ہے دِل نیڑے تاں روضہ دُور کی ئے — نی خبرے ادس نوں منظور کی ئے
نہ دم ہلتے نہ تہ نا جاندی ہیں — لنگھادے یار پہلے پور کی ئے
او پردہ پوش او گنہاریاں دا — جے میں بدنام جگ مشہور کی ئے
اساں پردیساں نت تیریاں تاہنگاں — توں سدگھلیں تاں ملتھوں دور کی ئے
جے ایک سکھ تاں سو دکھ یا محمدؐ — ایہ زخماں الیاں انگور کی ئے
نی میں بھیڑی بنائی بھیڑے عملاں — نہیں تاں اوتھے نامنظور کی ئے
ہیں پچھدی جس نوں ہردم اوہ نہ پچھدا — خدا جانے کہ ایہ دستور کی ئے
تیری ہو کے سوالی نیں خالی — کدی حضرت کرو بھرپور کی ئے
ہیں کی آکھاں تے کی نہ آکھاں راقب
بے مقدوری میرا مقدور کی ئے

راقب

انوار الصوفیہ رسالہ

حافظ پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نے 1901ء میں شروع کروایا تھا

اس کتاب میں مندرجہ ذیل مہینوں کے رسالے موجود ہے

جنوری 1925 — ستمبر 1937 — جنوری 1940

نومبر 1940 — اگست 1941 — نومبر دسمبر 1952

اکتوبر 1963 — جنوری 1964 — اپریل 1978

مئی 1978 — اگست 1978 — مئی 1979

جون جولائی 1979 — نومبر دسمبر 1979 — جنوری 1980

مارچ 1980 — جون جولائی 1980 — اکتوبر نومبر 1980

مئی جون 1981 — جولائی 1981 — ستمبر 1981

انوار الصوفیہ کے رسائل فراہم کرنے پر

درگاہ قلندر علی پور فقیراں سے

ایڈووکیٹ علامہ عالیجاہ حسن پیرزادہ نقشبندی مجددی

اور درگاہ کے جملہ اراکین کا مشکور ہوں

خدام اولیاء غلام شیخ معزالدین بختیار حسین جاعتی

آہ! آفتاب رشد و ہدایت غروب ہو گیا

تحریر!
مولانا حافظ غلام رسول صاحب
علی پور شریف

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، ہدایت کے روشن مینار، علم و فضل کا سرچشمہ، زہد و اتقاء کے پیکر، ولی کامل، متبع شریعت علم و عمل کا حسین امتزاج، خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ حسب و نسب کے لحاظ سے نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری المتوفی ۱۳۷۰ء نور اللہ مرقدہٗ کے پوتے اور حضرت سراج الملۃ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اہل بیت اطہار سے چھٹے امام عالی مقام سیدنا امام جعفر صادق المتوفی ۱۴۸ھ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور اکتالیسویں پشت پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور انتہائی سلسلہ نسب ایک سو اکیس پر حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرات اولیاء مظہر صفات انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ کے قول کے مطابق ولایت عکس نبوت ہے۔ اسی لئے ولایت حقیقت میں اتباع نبوت و رسالت ہے۔

ولایت کی دو شرطیں ہیں۔ ایک ایمان، دوسرا تقویٰ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو کہ ایمان لائے اور خدا سے ڈرے۔ تقویٰ کا مفہوم اصطلاحِ شریعت میں ان چیزوں سے بچنا ہے جو کہ آخرت کے لحاظ سے ضرر رساں ہوں چاہے ان کا تعلق عقائد و اخلاق سے ہو یا اقوال اور افعال اور احوال سے ہو گویا کہ

ولی وہ انسان ہے جو اپنے فکر و عمل میں بے پرواہ نہیں ہوتا ۔ چونکہ ولایت ظلّ اور پر تو نبوت ہے ۔ اسی لئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ علماء کرام اور اولیاء انبیاء کے وارث ہیں اور اس سے علمی وراثت مراد ہے ۔ اور انبیاء کرام کا بنیادی مقصد تبلیغ احکام الٰہیہ ہے ۔ اسی مقصد کی بنا پر ہی علماء اور اولیاء کو وارث قرار دیا گیا ہے ، حامی شریعت قاطع البدعۃ ، جوہر الملۃ ، حاوی الفروع والاصول ، جامع المعقول والمنقول ، بیہقی وقت ، پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی تبلیغ اسلام میں وقف کر دی تھی ۔ آپ کی ہستی ایک درخشندہ اور ضیاء بار آفتاب کی مانند تھی جس سے تمام لوگ کسب نور معرفت کر رہے تھے ۔ ارشاد وہدایۃ کے پر مسند نشین ہیں سے تم گم کردہ منزل افراد کو منزل آشنا فرماتے ، ضلالت اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کے سامنے چراغ ہدایت روشن کرتے ۔ طالبانِ حق اور دین اسلام کے پرستار دور دراز مقامات سے اپنی پیاس بجھانے ان کی بارگاہ میں آتے اور دین کی دولت سے اپنی جھولیاں بھر کر اپنی تشنگی کا علاج کرتے اور متذبذب عقیدہ لوگوں کو ان کی حالت اضطراب سے نکالتے اور تشفی فرماتے اور غلط روی کی اصلاح کرتے اور سیدھا راستہ دکھاتے اور شب و روز ذکر خدا اور ذکر رسول اور مسائل دینیہ کی تشریح و توضیح میں مصروف رہتے ۔ آپ دینی اور دنیاوی طبقوں میں ہر طرح مقبول تھے ۔ آپ کا فکر نہایت بلند و بالا تھا ۔ بڑے بڑے مشکل مسائل کا حل بڑی آسانی سے فرما دیتے تھے ۔ آپ ایک حقیقی مذہبی رہنما ہونے کے علاوہ سیاسی اقتدار کے بھی حامل تھے ، چونکہ حضرت امیر الملۃ نے تحریک قیام پاکستان کی زبردست تائید و حمایت فرمائی تھی بلکہ تمام ہند و پاک کے دورے کئے اور لوگوں اور اپنے مریدوں سے کہا کہ میں اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤنگا ۔ جس نے پاکستان کے لئے ووٹ نہ دیا اور حضرت امیر الملۃ کے ساتھ مل کر پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک قیام پاکستان کے لئے کافی حد تک کام کیا ۔ آپ ایک عظیم محقق ، عالم باعمل ، ولی کامل ، مرشد برحق ، حق و صداقت کے مجسمہ ، بلند فکر مقرر ، بے مثال خطیب اور مناظر اور تمام اوصاف جمیلہ کے مالک تھے ۔ آپ فرمایا کرتے تھے :

★ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔
★ جو شریعت سے ذرہ بھر بھی منحرف ہو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔
★ مذہب حنفیہ میں آخری اور معتمد علیہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔
★ طریقت کے لحاظ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ افضل ترین طریقہ ہے۔ اور
★ طریقہ نقشبندیہ میں شریعت کو اولیت حاصل ہے۔
★ جو پیر اور شیخ مرید سے نذرانہ کی توقع اور امید رکھے وہ پیر نہیں ہے بلکہ یہ تو شرک خفی ہے۔
★ شریعت کے زریں اصولوں کو ترک کرنا الحاد اور بے دینی ہے

آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، غرضیکہ زندگی کا ہر لمحہ اور زندگی کا ہر سانس دینی تعلیم اور اسلامی معاشرہ کے لئے وقف تھا۔ آپ کی وفات بروز سوموار ۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء بوقت گیارہ بجے صبح کو ہوئی انا للہ و انا الیہ راجعون آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادیاں اور چھ صاحبزادے چھوڑے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نہایت متقی پرہیزگار، عالم باعمل، حاجی الحرمین شریفین، حافظ قرآن، متبع شریعت، با اخلاق، منبع جود و سخا مخزن رشد و ہدایت ہیں۔

بقیہ: تعزیت

نے ترکی بہ ترکی دندان شکن جواب دیا۔ اس کے ایک ایک جملہ پر تنقید کی اور اس کی علمیت کا راز منکشف کر کے رکھ دیا۔

اس مسئلہ پر بھی آپ نے لوگوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کی اس لئے کہ آپ کے دادا جان کا قول ہے۔ جو سید ہے وہ ڈرتا نہیں اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں۔

★

بمسرت ولادت باسعادت حضرت پیر سید محمد ظفر حسین شاہ

نبیرۂ حضرت الحاج حافظ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زائچہ

حکمت تواریخ ولادت مبارک

۱۹۸۰ء

باسم اللہ وہاب السمیع الخالق الباری ۱۹۸۰ء

نحمدہ ونصلی علی محمد رسولہ النبی الغنی ۱۹۸۰ء

بدر منیر سید محمد ظفر حسین ۱۹۸۰ء
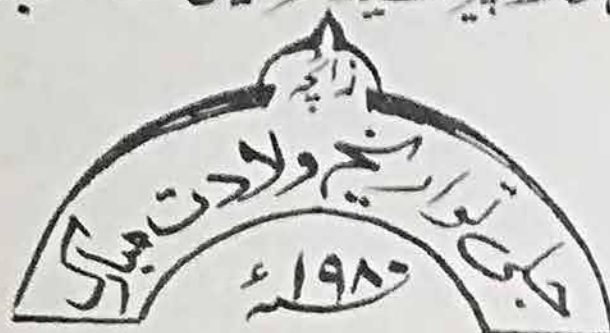
ابن حاجی پیر سید افضل حسین ۱۴۰۰ھ

نغمۂ تہنیت زیبا ۱۹۸۰ء

(۱)

گرمیٔ ذوق طلب دیکھ ہے متوالوں میں
تشنۂ دید ہیں جمع بزم میں آجا ساقی!
پیش کرتے ہیں بصد عجز گل تہنیت!
دے انہیں جام مئے حسن طرب زا ساقی

(۲)

بفیض حضرت شاہ جماعت صحن گلشن میں
نسیم جانفزا کی عطر افشانی مبارک ہو
جناب جوہر ملت کی خدمت میں گزارش ہے
ظفر کے خوش ادا جلووں کی تابانی مبارک ہو

ہستی کی سیرگاہ میں جلوہ نما ہوئے
اسلاف نامدار کی عظمت کے ہیں امیں
ظلِ ہمائے اوجِ سعادت ہیں بالیقیں
بہ رونق فزائے گلشنِ عرفان و آگہی
شمعِ حریمِ دین صداقت کے پاسباں
دادا کے دل کا چین ہیں آبا کے جانِ جاں
حیدر حسین سیدِ عالی گہر ہیں شاد !!
نذرِ حسین و سیدِ اشرف ہیں باغ باغ
خورشید شاہ و پیر منور بھی شاد ہیں
ذاکر بھی شاد پیر مظفر بھی شاد ہیں
سب اہلبیت کو ہو مبارک دلی خوشی
ہوں گی دلوں کی کھیتیاں سیراب ان سے اب
برنا و پیر و زاہد و عابد ہیں سب مطیع
عمرِ دراز ان کے لئے حق سے مانگیے
باصحت و سلامتی یا رب رہیں مدام
آئی بہار باغ علی پور میں کلیمؔ

باعزّ و افتخار محمد ظفر حسین
ذی عزّت و وقار محمد ظفر حسین
ہیں فخرِ روزگار محمد ظفر حسین
ہیں رشکِ صد بہار محمد ظفر حسین
فانوسِ زرنگار محمد ظفر حسین
ہیں لطفِ کردگار محمد ظفر حسین
ہیں دُر شاہوار محمد ظفر حسین
ہیں وجہِ افتخار محمد ظفر حسین
ہیں نجمِ تابدار محمد ظفر حسین
ہیں کیا ہی بختیار محمد ظفر حسین
ہیں صورتِ قرار محمد ظفر حسین
ہیں ابرِ فیض بار محمد ظفر حسین
ہیں شاہ طرحدار محمد ظفر حسین
ہیں اپنے تاجدار محمد ظفر حسین
خوشیوں سے ہمکنار محمد ظفر حسین
ہیں جانِ نو بہار محمد ظفر حسین

۱۴۰۰ھ

پیشکش جمیل ——— کلیمؔ مجددی جماعتی ؛

۱۴۰۰ھ

تاریخ ولادت ۱۱؍جولائی ۱۹۸۰ء م ۲۷؍شعبان المعظم بروز جمعہ بمقام علی پور سیداں شریف
سیالکوٹ

مدیر مسئول : غلام رسول گوہر

حضرت جوہر الملت کے بعض ابتدائی حالات

حضرت مولانا جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤرخہ ۶ اکتوبر بروز پیر قریباً ۶ بجے شام وصال فرمایا۔ آپ کار میں برائے علاج لاہور تشریف لے جا رہے تھے کہ موضع مرید کے قریب آپ نے پیک اجل کو لبیک کہی۔ آپ کو اچانک پیشاب کے رک جانے کا عارضہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مندرجہ ذیل آپکے بچپن اور طالب علمی کے بعض حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

صغیر سنی میں خاندانی روایات کے مطابق آپ کو تعلیم قرآن کے لئے حافظ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب میں بٹھایا گیا۔ حافظ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سن رسیدہ بزرگ تھے اور نسباً صدیقی تھے۔ ان کے آباء و اجداد بہت بزرگ ہوئے ہیں جن میں سے چند کی قبور مسجد کوٹ والی میں ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کوٹ میں گاؤں کے بچوں کو بڑے شوق اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ صبح سے لے کر دوپہر تک اور ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر عصر کی نماز تک پڑھانے میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت جوہر الملت نے سب سے اوّل ان سے قرآن پاک سے تعلیم کا آغاز کیا۔

میں ان ایام میں مدرسہ نقشبندیہ میں ابتدائی کتب مثل نحو میر، قدوری وغیرہ پڑھا کرتا تھا۔ حضرت جوہر الملت اپنی ہمشیرہ سیدہ سردار بی بی اور

خالہ سیدہ امتیازہ بی بی کے ساتھ کہ یہ دونوں آپ سے عمر میں چھوٹی تھیں: صبح سویرے کوٹھے کی طرف ہر روز جایا کرتے تھے اور خوب باتیں کرتے جاتے تھے۔ شکل وصورت آپ کی دلآویز تھی۔ اعضا میں تناسب اور اعتدال تھا۔ اس پہ لباس شاہانہ ہوتا۔ بہت محبوب اور پیارے لگتے تھے۔ جب ان کا گذرنے کا وقت ہوتا تو میں ان کے راہ گذر میں صرف ان کو دیکھنے کے لئے منتظر رہتا۔

آخر آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔ گھر میں بڑی خوشی کی گئی۔ داد و دہش کے دروازے کھل گئے۔ پر تکلف کھانا طالب علموں اور آستانہ کے درویشوں کو کھلایا گیا اور جناب استاد صاحب کو حضرت امیر ملت قدس سرہ العزیز نے اپنی کریمانہ عطاؤں سے مالا مال فرمایا۔ رمضان کا مہینہ قریب تھا۔ آپ نے قرآن سنایا۔ جب آپ نے ستائیسویں کے روز ختم کیا تو کیا کہوں کہ کیا کچھ والدین نے اور جدامجد نے لٹایا۔ بساطِ بیان میں نہیں آسکتا۔ اور مرکبِ قلم اس میدان کی وسعت اور فراخی کو ناپ نہیں سکتی۔

عید کے بعد آپ مدرسہ نقشبندیہ میں درس نظامی کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے۔ مدرسہ کے طلباء کو آپ کے داخلہ سے بیحد خوشی ہوئی۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ صاحبزادہ صاحب مجھ سے مانوس ہوں اور اس کے ساتھ اس کے کمرہ میں رہیں۔ مگر یہ سعادت اس ناچیز غلام رسول گوہر کو میسر ہوئی۔ آپ نے کریما کا سبق پڑھا تو مجھے فرمایا کہ تو مجھ کو میرا سبق یاد کرا دے۔ میں نے بسروچشم حکم کی تعمیل کی۔ یہی معمول ہوگیا۔ آپ نے فرمایا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ میں نے ہنس کر کہا نہیں میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ آپ اس پر ہنس دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیری باتیں بہت اچھی ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے مزید التفات کی ضرورت ہے۔

حضرت جوہر الملت، اس وقت ہم آپ کو صاحبزادہ صاحب کہتے تھے۔ تو صاحبزادہ صاحب نے فارسی نظم کی ابتدائی کتابیں اپنی ذہانت و فطانت کی بدولت سے بہت جلد پڑھ لیں یہانتک کہ آپ گلستاں بوستاں اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابوں تک پہنچے۔ اس وقت ہمارے مدرسہ میں حضرت مولانا عبدالمجید کیمبلپوری صدر مدرس

تھے۔ حضرت مولانا صرف و نحو میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور فارسی کتابیں تو گویا ان
کو حفظ تھیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو انہوں نے نہ صرف شوق سے کتابیں
پڑھائیں بلکہ سلسلۂ تعلیم میں وہ ان کی کڑی نگرانی بھی کرتے تھے۔ فضول باتیں اور
مجلسوں سے سختی سے روکتے تھے۔ مولانا عبدالمجید کے سوا آپ نے حضرت مولانا
عبدالستار خاں صاحب ہزاروی سے بھی بعض اسباق پڑھے۔ یہ مولانا بہت متقی اور
اور درویش صفت آدمی تھے۔ منطق و معقول اور فلسفہ وغیرہ فنون میں اپنی مثال
آپ تھے۔ آخر میں آپ نے جملہ علوم و فنون کی تکمیل حضرت مولانا محمد ابراہیم سے کی۔
حضرت مولانا ابراہیم مضافاتِ راولپنڈی سے ایک گاؤں منڈھیالہ کے رہنے والے
تھے۔ آپ جید عالم تھے۔ ہر فن پر ان کو دسترس حاصل تھی۔ علم ادب اور منطق و معقول
کے گویا وہ امام تھے۔ انہوں نے عربی زبان میں مسلم کی شرح بھی لکھی تھی۔ اس کا مسودہ
ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ مگر افسوس کہ حضرت مولانا کی یہ علمی مساعی تشنہ کام ہی رہیں۔
اور ان کی اشاعت نہ ہوئی۔ جب آپ مدرسہ میں تشریف لائے اس وقت حضرت
صاحبزادہ صاحب زلیخا مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اور زرادی زنجانی کے اسباق
میں مشغول تھے۔ حضرت مولانا ابراہیمؒ نے آپ کو وہ تمام کتابیں بھی ازبر کرا دیں جو
عموماً مدارس میں نہیں پڑھائی جاتی۔ مثلاً آپ نے سکندر نامہ بتمامہ پڑھا۔ اسیطرح
حضرت مولانا نے آپ کو معانی الآثار بھی پڑھا دی۔ توضیح تلویح بھی آپ نے
ساری پڑھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ غیر معمولی عطا کی ہوئی تھی۔ جو سبق پڑھتے
وہ آپ کو فوراً یاد ہو جاتا تھا۔ طالب علموں کی طرح اپنے ہم جماعت طالب علموں کیساتھ
سبق کی تکرار بھی کرتے تھے۔ اور رات کو مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ اور صبح جب
درسگاہ میں استادِ مکرم کے سامنے حاضر ہوتے تو اپنے سبق کی خود تقریر فرماتے۔
اور بہت کم غلطیاں ہوتیں۔ استاذ صاحب بتا دیتے اور کبھی کوئی غلطی بھی نہ ہوتی تھی۔
آپ نے دورۂ حدیث بھی حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ جبکہ
میں نے دورۂ حدیث آپ کے والد بزرگوار حضرت سراج الملت قدس سرہ سے

پڑھتا تھا۔ زمانہ طالب علمی کے بہت سے واقعات ہیں۔ اگر ان کو یہاں ذکر کیا جائے
تو مضمون کے بڑھ جانیکا اندیشہ ہے۔ لیکن ایک واقعہ جو بہت دلچسپ ہے۔ اس
کا یہاں ذکر کئے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ اچانک ایک نابینا
طالب علم ڈیرہ اسماعیل خاں کا رہنے والا ہمارے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے
لئے آیا۔ وہ نابینا طالب علم منطق کی مشہور کتاب ملا حسن امور عامہ: ہدایہ وغیرہ کتب
پڑھتا تھا۔ بڑا ذہین تھا۔ اس کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ وہ جو کچھ پڑھتا وہ سب
اس کو حفظ ہو جاتا تھا۔ میرا وہ ہم جماعت تھا۔ رات کو ملا حسن اور دیگر خواندگی کتب
کی عبارات بقدر سبق مع ان کے حواشی کے اس کے روبرو میں پڑھ دیتا۔ میرے
ایک بار پڑھنے سے وہ تمام عبارات اس کو حفظ ہو جاتی تھیں اور پھر وہ ہماری طرح
مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ صبح کو اپنی باری پر استاذ محترم کے سامنے اپنی کتاب کی
عبارت زبانی پڑھ کر سنا دیتا۔ ہم بہت حیران تھے۔ مگر کبھی اس کی وجہ اس سے پوچھنے
کا خیال نہ آیا۔ اس لئے کہ یہ قوت خداداد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا حافظہ کسی کو عطا کر دے
تو ناممکن نہیں۔ ایک دن میں اور صاحبزادہ صاحب تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے
تھے کہ یہ نابینا صاحب بھی آکر بیٹھ گئے۔ ہم اپنے ایک دوست کی یاد میں گفتگو کر رہے
تھے۔ وہ دوست حافظ مظہر الدین صاحب حضرت مولانا نواب الدین رح ستکوہی کے
صاحبزادہ تھے۔ علی پور شریف قرآن حفظ کرتے تھے۔ اچانک وہ کسی وجہ سے
رخصت ہو گئے۔ ان کے رخصت ہو جانے پر ہم دونوں مگر صاحبزادہ کچھ زیادہ
ہی پریشان تھے۔ اس لئے ہم دونوں تنہا بیٹھ کر اس کی بات کر رہے تھے کہ اچانک
نابینا صاحب جملہ معترضہ کی طرح درمیان میں آدھمکے۔ ہم نے گفتگو کے اسلوب کو
بدل دیا۔ اور کچھ احتیاط سے ان کا نام لئے بغیر اشاروں سے باتیں کرنے لگے۔
نابینا نے اچانک سر اٹھایا اور نابینوں کی طرح اپنی آنکھوں کو جھپکاتے ہوئے کہا کہ
جس کی تم بات کرتے ہو مجھ کو اس کا علم ہے۔ ہمارے منہ پر ہوائیاں اڑنے
لگیں کہ اس کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اس کو کسطرح پتہ لگ گیا۔ ہم اس

وقت بجے تھے۔ نابینا صاحب سے ہم ذرا ڈر گئے اور ہم نے بڑی نرمی سے کہا حافظ صاحب آپ اس کو کسطرح جانتے ہیں۔ بھلا نام تو بتاؤ۔ اس نے کہا: مظہر الدین مولٰنا نواب الدین کا لڑکا۔ ہم ششدر رہ گئے کہ اس نے بالکل سچ بتایا ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ حافظ صاحب یہ تو بتاؤ کہ مظہر صاحب اب ہیں کہاں۔ انہوں نے کہا اب وہ پٹیالہ میں ہے اور وہاں قرآن شریف حفظ کرتا ہے۔ ہم نے پوچھا قبلہ حافظ صاحب آپ کو یہ خفیہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ اس نے کہا میرے پاس ایک جن ہے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ یہاں میرے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ وہ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ اسی نے مجھ کو بتایا ہے کہ تم کس کی باتوں میں مصروف ہو۔ جن کا نام سن کر ہمارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ قریب تھا کہ ہماری چیخ نکل جائے کہ ورہ ہم وہاں سے بھاگ جائیں مگر ہم نے اپنے آپ پر قابو پایا۔ اس نے کہا ڈرو نہیں میں تمہارا دوست ہوں۔ تم مجھ سے جو کام لینا چاہو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ یہاں میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ ہم نے اس سے کیا کیا کام لئے اور کامیابی ہوئی یا نہیں۔ صرف ایک بات کا ذکر کروں گا۔ کہ وہ ایک عرصہ تک ہمارے ساتھ رہا۔ صاحبزادہ صاحب خورد و نوش میں اس کی بہت خدمت کرتے رہے۔ جو وہ چاہتا اس کو دیدیتے ایک دن اس کو اپنے گھر سے خط آیا کہ اس کا باپ بہت بیمار ہے۔ بہت جلد گھر کو آجائیے۔ وہ گھر کو جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ حافظ صاحب تو اب جا رہے ہیں کیوں نہ ان سے سلیمانی سرمہ ان کے جن کے ذریعہ حاصل کیا جائے یہ مشورہ اس لئے کیا کہ ہم نے سنا تھا کہ سلیمانی سرمہ کی خاصیت یہ ہے کہ جو کوئی اس کو آنکھوں میں ڈالے وہ لوگوں سے چھپ جاتا ہے۔ کسی کو نظر نہیں آتا۔ ہم نے حافظ صاحب کو کہا کہ جناب حافظ صاحب آپ تو اب ہم کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ پتہ نہیں پھر تم آؤ گے بھی یا نہیں۔ مہربانی فرماؤ: ہمیں اپنے جن سے سلیمانی سرمہ منگوا دو۔ حافظ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ وہ کوئی الگ سرمہ نہیں ہوتا۔ یہی معمولی سرمہ ہوتا ہے۔ وہ لاؤ میں اور میرا جن کچھ پڑھ کر پھونک دیں گے تو وہ سلیمانی سرمہ بن جائے گا۔ ہم

اس نے اس
نے فوراً سرمہ کی ایک شیشی بڑے شوق سے پیش خدمت کر دی۔ اس نے اس
میں پھونکیں ماریں اور کہا جن بھی پھونکیں مارتا ہے۔ ہم نے مان لیا کہ درست ہے۔
پھر وہ شیشی صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ میں دیدی اور کہا کہ اگر تم میرے ہوتے ہوئے
اس کو آزماؤ گے تو اثر نہیں ہوگا۔ میں یہاں سے چلا جاؤنگا تو پھر اس کو آزمانا۔ صاحبزادہ
سرمہ کو آزمانے کے لئے بہت بیتاب تھے۔ مجھے حکم ہوا کہ میں بہت جلد اس کو اسٹیشن
پر چھوڑ آؤں۔ میں نے عرض کی جناب صاحبزادہ صاحب میں اس کو لے کر جب اسٹیشن کی
طرف جاؤنگا تو آپ آنکھوں میں سرمہ ڈالیں گے اور چھپ جائیں گے۔ پھر میں آپ کو
کہاں ڈھونڈتا پھروں گا۔ خدا جانے سرمہ کی تاثیر سے آپ کب تک غائب رہیں
گے۔ آپ نے قسم کھا کر وعدہ فرمایا کہ جب تک تو نہیں آئے گا میں سرمہ نہیں ڈالونگا۔
میں نے حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑا اور ان کو کھینچتا گھسیٹتا ہوا اسٹیشن پر لے گیا۔ گاڑی
آئی اور وہ سوار ہو کر چلے گئے۔ میں وہاں سے بھاگتا ہوا واپس مدرسے میں آیا۔
آپ بڑی بے تابی سے میرا انتظار فرما رہے تھے۔ کمرے کی غربی دیوار کے ساتھ پشت
لگا کر بیٹھ گئے اور میں کمرہ کی شرقی دیوار کے ساتھ بالکل ان کے سامنے بیٹھ گیا۔
آپ نے پہلے سرمہ آنکھوں میں ڈالا اور شیشی کو میری طرف لڑھکا دیا۔ اس لئے کہ وہ
اپنے گمان میں سرمہ ڈالتے ہی غائب ہو چکے تھے (یہ آپ کا بھولا پن اور بچپن کی
مخصوصیت تھی)۔ جب شیشی مجھ تک پہنچی تو میں نے بھی بے تکلف سرمہ کی ایک سلائی
اپنی آنکھوں میں کھینچی۔ پھر گویا ہم دونوں غائب ہو گئے۔ خاموش بیٹھے رہے۔ کیونکہ غائب
تھے۔ لیکن ہم ایک دوسرے کو نظر آ رہے تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ
میں تمہیں نظر آ رہا ہوں۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر میں نے پوچھا اور میں؟ آپ نے فرمایا
تو بھی مجھے نظر آ رہا ہے۔ پھر ہم دونوں نے تاویل کی کہ چونکہ ہم دونوں نے سرمہ لگایا
ہوا ہے اس لئے ہم تو ایک دوسرے سے نہیں چھپ سکتے۔ اب باہر سے کوئی اندر
آئے تو اس سے پتہ لگے گا۔ اتنی دیر میں احمد دین موچی (ایک درویش کا نام ہے) آیا
اور اس نے کہا صاحبزادہ صاحب صابن کے لئے ایک چونی دو۔ آپ نے کوئی جواب

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

ادارۂ انوار الصوفیہ
کی جانب سے
تعزیت

ادارہ انوار الصوفیہ: حضرت جوہر الملۃ جو نہ صرف رہنمائے طریقت تھے بلکہ ممتاز علماء دین میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ علم فقہ کی جزئیات میں آپ کو بصیرت تامہ حاصل تھی۔ تقویٰ و ورع میں آپ اپنی مثال آپ تھے، کی وفات پر ادارہ انوار الصوفیہ قصور و یاران طریقت قصور کی جانب سے جملہ صاحبزادگان اور جملہ متعلقین متوسلین کی خدمت میں بچشم اشکبار ان سطور کے واسطے سے تعزیت پیش کرتا ہے۔ حضرت جوہر الملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے عالم تصوف و سلوک میں خصوصاً جو خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ وہ بہت زیادہ ہے آپ تصوف میں لاکھوں عقیدت مندوں کے پیر تھے۔ اور لاکھوں رہروان طریقت کے رہنمائے کامل تھے۔ آپ کا وصال اور آپ کی جدائی نہ صرف آپ کے حقیقی فرزندوں کے لئے سوہان روح ہے بلکہ آپ کے معنوی بیٹوں کے لئے بھی ناقابل برداشت ہے۔ آپ کے فراق کے صدمہ سے ایک عرصہ تک ہماری آنکھیں اشکبار رہیں گے۔ دعا ہے: صاحبزادگان کو اللہ صبر جمیل عطا کرے اور حضرت جوہر ملت کی قبر کو نور مغفرت سے منور کرے۔ آپ کی مقدس جگہ پر آنے والا آپ کی طرح اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ آمین!

آپ کی طبیعت میں ذکاوت بدرجۂ اتم تھی کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو دلائل کی جستجو نہیں ہوتی تھی بلکہ دلائل آپ کے ذہن اور قوۃ مدرکہ میں خود حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے کبھی غیر مدلل بات نہیں کہی تھی جو بات آپ کے نزدیک ثابت ہو جائے آپ اس پر ڈٹ جاتے تھے اگرچہ سارا زمانہ آپ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جائے۔ آپ

کے ساتھ کئی علمار نے بعض مسائل میں اختلاف کیا مگر آپ نے ہر ایک کو مسکت جواب دیا اور آپ کے سامنے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوئی بمثلاً ایک بار آپ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا کہ اللہ نور نہیں۔ اس لئے کہ نور مخلوق ہے اور اللہ اس سے منزہ اور مبرا ہے۔ مولویوں نے اس کے اوپر بے ہنگم شور و غل مچادیا۔ کئی مجلسوں میں آپ سے بحثیں ہوئیں مناظرے ہوئے۔ یہاں تک کہ ان مولویوں نے بھی جو ہمارے پیر بھائی ہیں آپ سے اختلاف کیا۔ مگر آپ کے سامنے سب لاجواب ہو گئے۔ مولویوں نے کہا کہ قرآن پاک میں اللہ نور السمٰوٰت آیا ہے۔ اگر نور کا حمل اللہ پر جائز نہ ہوتا تو کیوں ہوتا۔ آپ نے بیضاوی و دیگر تفاسیر کے حوالے سے ثابت کیا کہ نور کا حمل بتاویل منور یا مبدع کے ہے حقیقت نہیں مجاز ہے اور بھی بہت سے دلائل دیئے۔ مگر مولویوں نے مخالفت نہ چھوڑی شاید اب بھی وہ مخالف ہوں گے۔ آپ نے اس موضوع پر بےخوف و خطر بڑی جرأت اور دلیری سے فیصل آباد لاہور گوجرانوالہ جیسے بڑے شہروں اور قصبوں اور دیہات میں سینکڑوں کے مجمع میں علمار کی موجودگی میں تقاریر فرمائیں۔ مگر کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ مسئلہ قوم کے سامنے رکھا کہ نماز کے بعد جبکہ لوگ اپنی نمازیں پڑھ رہے ہوں بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے۔ جواب میں مولویوں اور ان کے اتباع واذناب کی زبان بند کرنے کے لئے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۵۹۶ کا فتویٰ بھی پیش کیا۔ مگر پھر بھی مولویوں نے اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت بیجد کی۔ اور اس مسئلہ میں جو مولوی جماعتی یا انفرادی طور پر آپ کے سامنے آئے۔ ان کو دلائل فقہ کی روشنی میں یہ مسئلہ ثابت کر کے مطمئن کیا۔ چونکہ یہ مسئلہ اگرچہ درست تھا لیکن عوام الناس کی عادت اور رسم کے خلاف تھا۔ اس لئے اس پر عوام کے ساتھ ان کے مولویوں نے بھی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ قصور کے ایک مولوی نے آپ کے خلاف ۱۶ صفحہ کا رسالہ لکھ مارا جس میں اس نے حضرت جوہر ملت کو دیوبندی نواز لکھدیا اس کا جواب آپ کے تعاون سے حضرت مولانا علامہ مفتی حافظ غلام رسول صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ

(باقی صفحہ ۶ پر)

قولِ زریں

مولانا جامیؒ نے فرمایا: کیا فائدہ تو نے طاعت تو ڈھیروں جمع کی مگر تیری ہستی اور خودی ایک جو قدر بھی کم نہیں ہوئی۔

چہلم

لاہور: نزد شمع سینما: مورخہ ۲۷ اکتوبر بوقت ۲ بجے سید منہاج الدین حیدری کی والدہ بزرگوار کا ختم چہلم پڑھا گیا۔ حضرت معین الملت علی پوری مدظلہ العالی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور دیگر یاران طریقت بلادِ مختلفہ سے اور مقامی اصحاب نے بھی بکثرت شمولیت کی۔ قرآن کے کئی ختمات کا ثواب مرحومہ کی روح کو پہنچایا گیا۔ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نعت خوانی اور سلام بھی پڑھا گیا دعا حضرت معین الملت نے مانگی:

محدث علی پوری
بحضور الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب

کرم کر دے شاہا علی پور دے لاڈلے
تیرے در تے آئے نیں دردا ں دے مارے

تیری شان عالی بھر دو جھولی خالی!
تیرے کرم دے لبھدے نیں سہارے

باطن منور کر دے توں سب دا!
اے شاہ جماعت علیؒ دے دلارے

تیرا دوارا ہے سب دا سہارا
زہرہؓ دے جانی نبیؐ دے پیارے

ونڈیں ولائت توں شہ بے نظیرا
ڈبے بیڑے شاہا توں پل وچ تارے

تیرے روضے دی میں پاواں زیارت
میں مڑ مڑ کے تکاں اُچے منارے

تینوں صدق ملیا اے صدیق والا
توں حیدرؓ دا حیدر تیرے کم نیارے

ڈھہنگے گناہواں چہ میں ڈب نہ جاواں
مجدد دا صدقہ توں لادے کنارے!

تیرے نواسے دا انصتر غلام اے
ایہدے آقا ہوون انج ای گذارے!

منڈی بہاؤالدین

منڈی بہاؤالدین: ۱۷ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد قادری محلہ کوٹ احمد شاہ منڈی بہاؤالدین میں حضرت قبلہ سراج الملت پیر محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پوری کا سالانہ عرس شریف زیر صدارت پیر طریقت حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ پیر سید عزیز الحسن شاہ صاحب جماعتی منعقد ہوا جس میں حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا اور آپ کی دینی و ملی خدمات کو سراہا گیا۔ صاحبزادہ سید الطاف محمود چشتی سیالوی نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ملک ایک عظیم عالم دین اور مایۂ ناز مجاہد سے محروم ہو گیا ہے۔ آخر میں خطبۂ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے علامہ پیر سید عزیز الحسن شاہ صاحب نے کہا کہ آپ کی استقامت فی الدین بے مثال تھی۔ آپ دنیائے علم کے بادشاہ مانے جاتے تھے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ آپ نے اپنے جدِ امجد ذی وقار امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ نیز مقامی علماء کرام نے بھی آپ کی تعلیمات پر تقاریر کیں۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے تبلیغ دین متین کے لئے دور دراز جگہوں کا سفر کیا۔ آپ کا مقصد وحید یہی تھا کہ اس طرح چل پھر کر اسلام کی تبلیغ کی جائے اور لوگوں کو وادیٔ ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف لایا جائے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے گئے، آپ کے اردگرد علماء کرام کی پروانہ وار ایک جماعت جمع ہو جاتی۔ آپ خود بھی وعظ فرماتے اور ان عالموں کو بھی ارشاد فرماتے کہ مقتضائے حال کے مطابق وعظ فرمائیں۔ آپ نے اسلام کی نشر و اشاعت نہ صرف اپنے ملک یا اپنے علاقہ تک محدود رکھی ہے۔ بلکہ بیرونی ملک بھی آپ تشریف لے گئے: یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین پاکستان سے باہر دوسرے ملکوں میں بھی بہت پائے جاتے ہیں۔ آپ کے تبلیغی سفروں میں سے ایک سفر کا ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں اور وہ سفرِ میسور کا اہم واقعہ ہے۔ جو تذکرہ شاہ جماعت مؤلفہ معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ سے نقل کیا ہے۔ (گوہر)

درویش رواں رہے تو بہتر ہے   آب دریا بہے تو بہتر ہے!

آپ پہلی بار ۱۹۰۷ء میں میسور (جنوبی دکن) کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ سے قبل حضرت مولانا خیر شاہ صاحب (امرتسری) مدراس اور میسور کے اکثر مقامات پر تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے اور عوام الناس میں مقبول ہو چکے تھے۔ آپ ۱۹ مئی ۱۹۰۷ء کو علی پور سے روانہ ہوئے راستہ

میں لاہور۔ قصور۔ دہلی۔ بھوپال۔ بمبئی۔ پونا وغیرہ میں فریضہ تبلیغ واشاعت دین سرانجام دیتے ہوئے دو جون کو نیل گرھی پہنچے۔ یہاں کے مسلمانوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور میزبانی کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے مختصر سے قیام کے دوران کئی اشخاص کو داخل سلسلۂ نقشبندیہ کیا۔ پھر کونور تشریف لے گئے۔ وہاں تین دن قیام فرماکر اپنے مواعظ حسنہ سے وہاں کے رہنے والوں کو مستفیض فرمایا۔ یہاں سے بقصد مدراس وحیدرآباد دکن روانہ ہوئے۔ اثناء راہ بنگلور میں ایک دن قیام فرمایا۔ عین روانگی کے وقت آپ کے ارادتمند فقیر محمد سیٹھ اور صالح محمد سیٹھ صاحبان میسور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میسور چلنے کی درخواست کی۔ آپ نے محض بہ نیت تبلیغ ان کی درخواست قبول فرمائی اور وہاں تشریف لے گئے۔ شہر میسور کے صدہا طالبان حق کو داخل سلسلہ فرمایا۔ اس موقع پر ایک شیخ زادہ پیر حیدر شاہ قادری اور ان کے حواریوں نے حضور کے خلاف معاندانہ سرگرمیاں شروع کردیں۔ کیونکہ آپ کے حسن اخلاق اور ہمہ گیر جذبہ محبت کے سبب ان کو اپنی دیرینہ مقبولیت کا چراغ ٹمٹماتا اور موروثی اقتدار روحانی گھٹتا نظر آیا۔ انہوں نے آپ کے خلاف ناشائستہ اور غیر مہذب تحریرات شائع کیں۔ مگر اس کے برعکس حضور کی شہرت روز بروز بڑھتی گئی۔ اور میسور اور اس کے گردونواح کے مقامات سے مقتدر علماء رؤسائے سادات تاجر ملازم پیشہ اور عہدہ داران ریاست جوق در جوق آکر روزانہ داخل سلسلہ ہوتے رہے۔ آپ یہاں لگاتار پانچ ماہ تک تبلیغ دین رشد وہدایت اور وعظ ونصیحت اور اصلاح المسلمین کے اہم فرائض صبر وتحمل عزم واستقلال اور ہمت وجرأت سے سرانجام دیتے رہے۔ جن کے نتیجے میں بنگلور اور میسور کے متعلقات کے ہزاروں مسلم عوام آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ اور کئی بدمذہب مشرک وکافر اور عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور پیر حیدر حسین شاہ اور ان کے ہمخیال اپنی ممکنہ کوششوں کے باوجود اپنے فاسد ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے اور پانچ ماہ کے بعد بتاریخ ۲۶ دسمبر

۱۹۰۷ء اہالیان میسور نے بمقام ٹاؤن ہال ایک عظیم الشان الوداعی جلسہ منعقد کر کے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ اور مدحیہ نظمیں سنائیں اور جلد واپسی کی دعائیں مانگیں اور آپ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے بعد حضور نے حیدر آباد، بنگلور، میسور اور اس کے متصلات میں ۱۹۴۴ء تک کئی سفر کئے۔ (تذکرہ شاہ جماعت ص ۲۰۵ تا ص ۲۰۶)

بقیہ عقیدت

آفتاب رسالت، غواص بحر حقیقت، رفیع منزلت حضرت پیر الحاج السید محمد اختر حسین صاحب مرحوم چشم و چراغ شاہ جماعت، جماعتی، مجددی النقشبندی علیہ رحمت والرضوان ایدکم اللہ الکرام:

ع: کیمیائے قرب حق تیرے در کی خاک ہے۔

بقیہ پیر اختر حسین شاہ رح

پیر طریقت آشنائے سر لا اللہ
ہے موت ان کی باعث غم اور جانکاہ
لکھ فی البدیہہ قمر اپنے تاریخ ارتحال
"شمس العلوم سید اختر حسین" شاہ

۱۹۸۰ء

اقوال زریں

- سردیوں کے موسم میں وضو کرنا ثواب میں ایک سال کی غزا کے برابر ہے۔
- وضو سے فارغ ہو کر اعضاء کو خشک کرنا بہتر ہے۔
- جب تک آدمی وضو سے ہے اس پر کوئی بلا اور آفت حملہ آور نہ ہو گی۔

جھنگ

سادہ و پُر وقار باغ و بہار شخصیت!

انجمن فدایانِ رسولؐ محمدی شریف جھنگ میں ایک ہنگامی تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں تمام شرفاء کرام نے شمولیت کی۔ پیرِ طریقت رہبرِ شریعت الحاج سید والا رفیع منزلت پیشوائے شریعت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ مرحوم جماعتی نقشبندی کی روح پر فتوح کو ختم شریف کا اجلاس متذکرہ میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اسی اجلاس میں صاحبزادہ مولانا محمد امین الدین صاحب سیالوی صدر انجمن فدایانِ رسولؐ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر صاحب موصوف مرحوم و مغفور کے انتقال پُر ملال سے ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔ یہ خلاء صدیوں تک پُر ہونے کی امید نظر نہیں آتی اور ان کی وفات حسرت آیات سے آج پوری قوم اشکبار ہے کیونکہ ان کے دار البقا میں جانے سے ہر جہت تاریکی پھیل گئی ہے۔ حضرت پیر صاحب مرحوم دینی و ملی۔ قومی پاکیزہ مقاصد کے لئے حضور محدث علی پوریؒ کی طرح زندگی بھر جدوجہد فرماتے رہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر اختر حسین شاہ صاحبؒ کی یہ منفرد حیثیت تھی کہ عوام و خواص ان کے فیوض و برکات سے یکساں طور پر مستفیض ہوتے تھے۔ اس قحط الرجال کے دور میں گویا یہ شمع سرمدی روشن تھی۔ دعا ہے کہ پسماندگان کو مولا تعالیٰ جل مجدہٗ صبر جمیل و اجر عظیم کی دولت مرحمت فرمائے۔ اور ان کے مزار پر انوار کو گل و گلزار فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما کر سرافراز فرمائے۔ آمین۔

ارادتمندوں کے لئے یہ مرد قلندر واقعی چشمۂ آبِ حیات تھا۔ آپ جنت میں عالی مقامات کی منزل رفیع پر جلوہ افروز ہوں آمین۔ بجاہ طٰہٰ و یٰسین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و تحیات ابداً ابداً۔

مکتوب

مکرمی مولانا! السلام مسنون کے بعد مؤدبانہ گذارش ہے کہ عریضہ ہٰذا کو طوالت کے خوف سے مختصر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ داغ مفارقت لفظ و بیان کے دائرہ سے باہر ہے۔ دل و دماغ کی دنیا میں جس قدر ارادت و عقیدت کی پونجی موجود ہے اس کا صحیح تصور اور رنج و غم کی ایک لہر اس دارالمحن میں بیان کرنے سے تادم زلیت قاصر ہے۔ سوگواران غم میں برابر کا شریک ہوں۔

منجانب

صاحبزادہ مولانا محمد امین الدین سیالوی

صدر انجمن فدایان رسولؐ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ۔

عقیدت منجانب صاحبزادہ محمد امین الدین سیالوی خادم اہلِ سُنّت

مکرمی مولانا زید مجدہٗ! ہدیہ مسنون کے بعد گذارش آنکہ عقیدت کی ان چند مسلی ہوئی کلیوں کو اپنے مؤقر جریدہ حمیدہ میں تعزیتی اجلاس کے ساتھ ہی شامل اشاعت فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں۔

آپ کا ممنونِ احسان، ماسٹر عبدالستار

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

عقیدت کے ابتدائی الفاظ

خوشہ چین خرمن رحمانی، فانی فی الذات سبحانی، کاشف رموز حقانی، اختر فلک یزدانی، توقیر نقش جامی و بسطامی، قلزم اسرار و حقائق عرفانی، علمائے تذبذب کے آخری پیشوا و رہنمائے طریقت نقطۂ عروج شرافت، فدائے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

معاشرتی مسائل

"ماخوذ"

نوجوان تحریک چلا کر جہیز کی بُری رُسوم کو ختم کر سکتے ہیں

از نعیم اختر رانا

معاشرے نے ہمیں جن لعنتوں میں جکڑ رکھا ہے ان میں لعنت زیادہ جہیز کی رسم ہے۔ جہیز کی ابتدائی شکل زادِ راہ کی تھی۔ مگر اب یہ نام ونمود کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ایک شخص جب سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اپنے لئے کچھ ساتھ رکھ لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب ایک گھرانہ اپنی بیٹی کو رخصت کرتا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق اسے کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ یہ ضرورت ایک رسم بن گئی ہے اور اب یہ رسم دوہرا خنجر ہے۔ لڑکے والے لڑکی والے کا گھر لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ اور لڑکی والے اپنے جھوٹے وقار کی خاطر زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب بیٹی گھر سے اپنے سسرال والوں کے ہاں جاتی ہے تو باپ کا گھر اُجڑ چکا ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر حالتوں میں باپ بھاری قرضہ کے بوجھ تلے دب چکا ہوتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے جب بیٹے والوں کو اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنا ہوتے ہیں۔ تب وہ خود بھی اقتصادی طور پر کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔

جہیز نے گھر ہی نہیں بستیوں کی بستیاں اجاڑ دی ہیں۔ یہ ایک رستا ہوا ناسور ہے۔ جس نے پوری قوم کو درد و کرب کی انتہائی اذیت ناک صورت سے دوچار کر رکھا ہے۔

جہیز امیروں کے لئے دردِ سر، سفید پوشوں کے لئے مشکل اور غریبوں کے لئے عذاب ہے۔
یہ رسم پورے معاشرہ کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھا رہی ہے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ
ہر شخص جہیز کی رسموں کو غلط سمجھتا ہے۔ لیکن اپنے جھوٹے وقار کی خاطر اسے اپنانے پر
مجبور ہے۔ متوسط طبقہ جسے عرفِ عام میں سفید پوش کہا جاتا ہے جہیز کے جنگل میں بری
طرح جکڑا ہوا ہے۔ یہ طبقہ حقیقی معنوں میں مظلوم ہے۔ ان کے لئے سب سے بڑا عذاب
سفید پوشی ہے۔ معمولی سا کاروبار ہو یا درمیانے درجے کی ملازمت۔ مہینہ کے بعد جو
کچھ ملتا ہے وہ اگلا مہینہ ختم ہونے سے پہلے خرچ ہو جاتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی اتنی
بڑھی ہوئی ہیں کہ رقم پس انداز کرنے کا کوئی امکان نہیں۔ اسی سفید پوشی میں دن، مہینے
اور سال گزر جاتے ہیں۔ اور جب بیٹی جوان ہوتی ہے تو ان سفید پوش والدین کو بیٹی
کا غم گھن کی طرح کھانا شروع کر دیتا ہے۔ اپنی بیٹی کو بہت ناز و نعم سے پالا تھا۔ اب
وہ اس کی شادی کسی اونچے گھرانے میں کرنے کے متمنی ہوتے ہیں جہاں وہ زندگی مالی
اعتبار سے سکھ اور چین سے بسر کر سکے۔ لیکن اس کے لئے انہیں بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی
ہے۔ اپنی بساط سے بڑھ کر شادی کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ بیٹی کے طلائی زیورات اور
اور اچھے کپڑوں کے جوڑے، ضروریاتِ زندگی کے برتن، دیدہ زیب فرنیچر، ٹیلیویژن
فرج، دھلائی کی مشین اور نہ جانے کیا کیا۔ بعض اوقات داماد موٹر سائیکل بھی مانگ لیتا
ہے۔ ان تمام چیزوں کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی طور جب یہ انتظام ہو جاتا ہے۔
تو پھر مہمانوں کی خاطر تواضع پر ایک بھاری رقم اٹھ جاتی ہے۔ دفتروں اور احباب سے
قرضے لے کر انہوں نے اپنی بیٹی کی خانہ آبادی کا سامان مہیا کیا۔ مگر اب برسوں اسے
اتارتے رہتے ہیں جب تک کہ کسی دوسری بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کی نوبت آجاتی ہے۔
جہیز کی حقیقت کیا ہے۔ اس طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ عقد کیا تھا۔
لیکن سرورِ کونین نے اپنی بیٹی کو جہیز میں کیا دیا۔ مٹی کے دو مٹکے، آٹا پیسنے کی چکی اور
لکڑی کا بنا ہوا پیالہ اور کپڑے وہی جو زیبِ تن تھے۔ حالانکہ رسولِ خدا جو اس وقت قائد

امت تھے، کیا نہیں دے سکتے تھے۔ مگر آپ تو جو کچھ آتا اسے دوسروں میں تقسیم کر کے خالی ہاتھ گھر پہنچتے تھے۔ پھر حضرت علی نے دعوت ولیمہ میں مہمانوں کو کیا کچھ کھلایا؟ یہی کہ انہوں نے سب سے کہا کہ "اپنا اپنا کھانا ساتھ لیتے آئیں اور میرے ہاں بیٹھ کر کھائیں"۔ یہ تھی دعوت ولیمہ اب کیا ہے۔ اصل غائب۔ نقل موجود۔ یعنی جسم تو ہے روح نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ کلمہ ہم رسول اللہؐ کا پڑھتے ہیں۔ فقر و غنیٰ میں علیؓ کو پیشوا مانتے ہیں۔ صبر و تحمل میں خاتون جنت کی مثال پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہماری روح کلمہ طیبہ کے حقیقی مفہوم سے ناآشنا ہے۔ ہمارے ذہنوں پر دولت کی گہری چھاپ ہے اور صبر و تحمل تو گویا ہم نے گلدستہ طاق نسیان بنا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو مختصر سا جہیز دیا اس میں مٹی کے دو گھڑے لکڑی کا پیالہ اور پتھر کی چکی آج بھی حجرۂ فاطمہؓ میں موجود ہے اور حجاج کرام اس کی زیارت کرتے ہیں۔ کاش ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے اور جھوٹے وقار کو چھوڑ کر صرف حقیقت پسندی کا ثبوت دے سکیں۔

ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قانون بنانے سے جہیز کی لعنت ختم نہیں ہوگی کیونکہ لڑکے والے کہتے ہیں کہ ایک دن پہلے سامان ہمارے گھر پہنچا دو۔ اس مصیبت سے چھٹکارا صرف اس شکل میں مل سکتا ہے کہ نوجوان لڑکے تہیہ کر لیں کہ جہیز نہیں لیں گے۔ اور والدین کو مجبور کریں۔ تحریک چلانے ہی سے یہ برائی ختم کی جا سکتی ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا: اے اللہ! قیامت کے دن ہر شخص کا تعلق اور علاقہ ٹوٹ جائیگا مگر وہ تعلق جو تیرے اور میرے درمیان ہے نہیں ٹوٹیگا۔ تو مجھ کو اپنے فضل سے ایسے مقام میں رکھ کہ میری خودی درمیان میں حائل نہ ہو۔

آہ یادگارِ سلف نبیرۂ امیرِ ملّت — !!

۱۴۰۰ھ

ہائے الحاج پیر سیّد اختر حسین شاہ

۱۹۸۰ء

(از: رئیس الشعراء المداحین حضرت مولانا صابر براری دامت برکاتہم)

دی خبر یہ جناب گوہر نے — چھن گئی ہم سے اک متاعِ حیات

لٹ گئی اپنے گلستاں کی بہار! — اب کہاں قمریوں کے وہ نغمات

وہ نبیرہ شہِ جماعت کے !! — مسند آرائے محفلِ طاعات

صاحبِ جاہ، جوہرِ ملت — ہو گئے خلق سے جدا ہیہات

تھی جنازے میں اس قدر مخلوق — جیسے دولہا کی ہو کوئی بارات

کیا کہوں دل پہ جو گزرتی ہے — شعر میں ڈھل رہے ہیں وہ جذبات

زہد و تقویٰ میں شہرۂ آفاق — تھی رئیس المحدثین کی ذات !!

ایک عالم تھا شیفتہ ان کا — بالیقیں تھے وہ پیر بابرکات

وہ پلاتے تھے معرفت کے جام — پینے والوں کی تھی وہاں بہتات

بزمِ رنداں میں یاد آئے گی! — ساقیٔ میکدہ کی اک اک بات

دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ — تھی جہاں بھر میں آپ کی سوغات

آپ تھے عکس اس مجدد کے — جس نے توڑے ہزار دل لات و منات

فیض سے اپنے جدِّ امجد کے — تھے وہ عالم میں قبلۂ حاجات

اشرف و افضل و منوّر پر!
بار اک کوہِ غم کا ہے دن رات

ہوں مظفر کہ ذاکر و خورشید
کیسے ممکن ہے غم سے ان کی نجات

صبر سے کام لیجئے پیسہ انی!
دارِ فانی میں کب کسے ہے ثبات

پائیں فردوس میں وہ قربِ رسولؐ
اور افضل ہوں خلد میں درجات

ان کی تربت ہو نور سے معمور
رحمتِ حق کی اس پہ ہو برسات

تھے نہاں وہ میرے تصوّر میں
اور تھی مجھ کو فکرِ سالِ وفات

آئی آواز غیب سے صابر
کہیے "اختر حسین نیک صفات"

۱۹۸۰

بقیہ: حسنِ اخلاق از صفحہ ۱۸

لے گئے اور ایک نئی قبر پر فاتحہ پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ چہرہ پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے قبرستان کے محافظ سے فرمایا۔ اس صاحبِ قبر کے کسی رشتہ دار کو جانتے ہو۔ عرض کیا اس کی ماں کو جانتا ہوں جو بہت ضعیف ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ جاؤ اس ضعیفہ کو بلا لاؤ۔ محافظ گیا اور تھوڑی دیر میں ضعیفہ کو ساتھ لئے ہوئے آیا۔

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ اے ضعیفہ تیرے بیٹے پر فرشتے قبر میں عذاب کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر اس نے تیری نافرمانی کی ہے تو تو اسے معاف کر دے۔ عورت نے روتے ہوئے کہا۔ یہ بہت گستاخ تھا نافرمان تھا۔ میں کبھی ہرگز معاف نہیں کروں گی۔ حضرت علیؓ نے بہت سمجھایا مگر عورت نہیں مانی۔ آخر آپ نے عورت کو قبر پر لا کر کھڑا کر دیا۔ عورت کو عذاب کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ اور پھر اس نے گھبرا کر کہا۔ میں نے اس کی تمام نہ یادتیاں معاف کیں۔ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس کو قبر میں سکون عطا فرمائے۔ حضرت علی مرتضیٰ کی دعا سے عذابِ قبر موقوف ہو گیا۔

نظام پورہ قصور: مورخہ ۲۵ ستمبر بروز جمعرات بعد از نماز عشاء مولوی محمد لطیف والی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ کی صورت میں یوم ابو العرب علی پوری قدس سرہٗ زبدۃ العارفین مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی صدارت میں منایا گیا۔ پوسٹ کارڈ سائز کی صورت میں خوبصورت دعوت نامے چھپوائے گئے۔ جس کے دوسری طرف حضرت امیر ملت شیخ المشائخ پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ علی پوری کے مزار پر انوار کی خوبصورت تشبیہ تھی۔ وہ دعوت نامے: پیر بھائیوں کو جو پاکستان کے اکناف و اطراف اور طول و عرض میں رہتے تھے بذریعہ ڈاک تقسیم کئے گئے۔ اس بنا پر موضع مذکور میں معتقدین: سیالکوٹ لاہور، جہلم، گجرات، ساہیوال، کراچی، قصور اور آزاد کشمیر وغیرہ مختلف بلاد سے اس قدر جمع ہوئے کہ جلسہ گاہ کشادہ ہونے کے باوجود ان کے لئے ناکافی تھی۔ مہمانوں اور زائرین کے لئے کھانے کا معقول اور وسیع انتظام تھا۔ ساری رات علماء کرام وعظ کرتے رہے اور شاعروں اور نعت خوانوں نے مناقب اور نعت رسول کے پھول پیش کئے۔ علماء میں اس ناچیز کے علاوہ علامہ مولانا الحاج حافظ غلام رسول صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ اور حضرت پیر سید طالب حسین مولانا محمد حسین صاحب حیدری خلیفہ مجاز، ساہیوال: حضرت مولانا الحاج حافظ نور محمد صاحب اور حضرت پیر سید منہاج الدین صاحب حیدری خلیفہ مجاز فنا فی الشیخ لاہور، قابل ذکر ہیں۔ نعت خوانوں میں طلباء دار العلوم شاہ جماعت قصور قابل ذکر ہیں۔ جناب حافظ محمد رمضان صاحب متعلم دار العلوم شاہ جماعت نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیئے اور آخر میں صاحب صدر حضرت مولانا الحاج معین الملت مدظلہٗ العالی نے نماز اور حقوق والدین پر موثر اور مدلل وعظ فرمایا اور پھر قریباً شب کے تین بجے صلوٰۃ و سلام اور دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

وفات حسرت آیات: حضرت مولانا الحاج جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

۶ نومبر بروز پیر، قریباً ۶ بجے شام: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن؛

آہ! آستانۂ عالیہ علی پور شریف کے گلشن طریقت کا خوشرنگ خوشبودار مہکتا ہوا پھول: موت کے ہاتھوں مسلا گیا۔ اہل سنت وجماعت کے گلے کے قیمتی ہار کا چمکدار موتی ٹوٹ گیا۔ بادیۂ طریقت کے ہزاروں رہروان کا قائد بچھڑ گیا۔ علم وعرفان کا نیر اعظم اور رشد وہدایت کا آفتاب اپنی سیر کی منزلیں پوری کر کے غروب ہو گیا۔ اسرار حق کا محافظ ونگران جاتا رہا۔ سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا پشتیبان اور رموز فقہ کا عالم اور دقائق تصوف کا خزینہ دنیائے فانی سے رشتہ توڑ گیا۔ شریعت وطریقت کا مجمع زہد وتقویٰ کا حسین پیکر آغوشِ زمین میں چلا گیا۔ جود وسخا کا بحر قلزم، علم وعطا کا ابر باراں، صبر وتحمل اور بلندئ ہمت کا کوہ عظیم آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ دین ودنیا کا فہیم عقل وشعور کا مہر تاباں، فہم وفراست کا گوہر درخشاں آج بسیط زمین پر نظر نہیں آتا۔ حضرت مولانا الحاج جوہر الملت نبیرۂ اعظم قیوم زمان غوث وقت، فرید العصر حضرت امیر ملت شیخ الشیوخ حافظ سید جماعت علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ پیر سید اختر حسین شاہ ابن بحر العلوم سراج الملت مولانا پیر سید محمد حسین شاہ قدس سرہٗ مورخہ ۶ نومبر بروز پیر بوقت ۶ بجے شام دنیائے دوں سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں دور دراز سے ہزاروں عقیدتمندوں نے شمولیت کی۔ شام تک آپکے تابوت کا منہ کھلا رکھا گیا۔ بعد میں آنے والے ہزاروں لوگ شام تک آپ کا آخری دیدار کرتے رہے۔ آپ یوں معلوم ہوتے تھے جیسے کہ حسب معمول سوئے ہوئے ہیں۔ چہرے پر آثار مردگی نہیں تھے۔ بروز بدھ فجر کی نماز کے بعد ختم شریف پڑھا گیا۔ جس کو عرف عام میں

قل" کہتے ہیں۔ اس ختم میں سینکڑوں نے شرکت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت معین الملت حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب و حضرت پیر سید اشرف حسین شاہ صاحب و حضرت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب و حضرت پیر سید منور حسین شاہ صاحب و دیگر صاحبزادگان اشکبار آنکھوں سے تشریف فرما تھے۔ دعا کا وقت آیا تو حضرت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب نے حضرت معین الملت کو کہا کہ وہ دعا کریں مگر انہوں نے باصرار پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کو فرمایا کہ وہی دعائے مغفرت کریں۔ اس کے بعد سب مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

دعا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت جوہر الملت کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا کرے اور علی پور شریف کی زمین پر اپنا فضل و کرم کرے کہ یہاں چشمۂ ہدایت تا قیامت جاری رہے! آمین ثم آمین!

غم زدہ : غلام رسول گوہر۔

بقیہ: حضرت جوہر الملت کے ابتدائی حالات

نہ دیا۔ خاموش بیٹھے رہے۔ اس نے پھر کہا۔ آپ خاموش رہے۔ اس لئے کہ آپ چھپے ہوئے تھے۔ اس نے پھر تیسری بار ذرا زور سے کہا کہ مجھے چونی دو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں نظر آتے ہیں؟ اس نے جھنجھلا کر کہا کیا میں نابینا ہوں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ہم سے دھوکا کر گیا ہے۔ (جاری ہے)

قولِ زرّیں : خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوست اپنے دوست کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھلا کر جاتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ صرف اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔

تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے بھیجنا ضروری ہے۔

کتاب روحِ کونین حصہ اول

مؤلفہ

صاحبزادہ مولانا محمد امین الدین صاحب سیالوی محمدی شریف جھنگ۔

یہ پُر اسرار کتاب مستطاب سوئے ہوئے دلوں کے لئے بیداری کا پیغامِ حیات ہے۔ "روحِ کونین" کتاب و سنت کا دلکش لاجواب مرقع ہے۔ اہلِ ذوق ناظرین کے لئے یہ غیر معمولی پیش کش نورِ سحر کا اجالا ہے جو اپنے اندر حبِ مصطفیٰ ﷺ کی متاع عظیم لئے ہوئے ہے۔ پھر بھی اس آبحیات کی کامیابی آپ کی توجہ میں مضمر ہے۔

آفسٹ پرنٹنگ

ضخامت ۱۲۸ صفحات سائز $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$

رنگین ٹائیٹل گلیز سفید کاغذ

قیمت : دس روپے فی نسخہ

ملنے کا پتہ : دفتر انجمن فدایانِ رسول ﷺ محمدی شریف جھنگ

اقوالِ زرّیں

* ناخنوں کا جمعہ کے دن کٹوانا بہت اچھا ہے۔
* رزق کی تنگی کو دور کرنے کے لئے ہر جمعہ کی رات کو سورۃ جمعہ پڑھنا چاہئے

انور جمال ایم اے
لیکچرار گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

شبنم کو وقت صبح کبھی دیکھ پھول پر
پختہ ترا یقیں ہو وحی کے نزول پر

گر میرے بس میں ہو تو فدا کر دوں کہکشاں
طائف کے رہ نورد کے قدموں کی دھول پر

پرواز وہ جو گنبدِ خضریٰ کے گرد ہو
ہیں طائرِ خیال کے ورنہ فضول پر

تو دفترِ حیات کا عنوان، لازوال
ثابت ہیں تیرے نقش ہی لوحِ عقول پر

کچھ ہچکیوں میں ڈھل گئے، کچھ اشک بن گئے،
میری دعا کے حرف مقامِ قبول پر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
پرکھا ہے آگہی نے تجھے ہر اصول پر

مدیر مسئول

حضرت نوح علیہ السلام جنہوں نے ساڑھے نو سو سال لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور سب پیغمبروں سے زیادہ عمر والے ہوئے ہیں۔ جب ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لئے آیا تو پوچھا ! نوح تو نے دنیا کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا اس مکان کی طرح پایا جس کے دو دروازے ہوں۔ اب مجھ کو معلوم ہو رہا ہے کہ اس کے ایک دروازے سے اندر آیا ہوں اور دوسرے دروازے سے نکالا گیا ہوں۔

★

جب حضرت لقمان علیہ السلام کا آخری وقت آیا اس وقت آپ گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی میں پڑے ہوئے تھے۔ ملک الموت آیا۔ اس نے کہا اے لقمان! اگر تو اپنے علم سے سونے چاندی کے مکان تعمیر کرتا تو تیرے لئے آسان تھا مگر افسوس کہ تو نے کوئی کچا مکان بھی رہنے کے لئے نہیں بنوایا۔ لقمان نے کہا: یہاں مکان وہ بنتا ہے جس کو تیرا آنا یاد نہیں ہوتا۔ اور اگر کچھ پیچھے چھوڑنا ضرور ہے تو یہ جھونپڑی ہی کافی ہے۔

★

ایک بزرگ نے فرمایا اے انسان جب تو پیدا ہوا تھا تو تیرا حال یہ تھا کہ تو روتا تھا۔ اور لوگ ہنستے تھے۔ اب تجھے یہ لائق ہے کہ اپنی زندگی کے ایام اس طرح پورے کر کہ جب تو مرے تو لوگ رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم کو اپنے مال سے محبت ہے کہ اپنے غیر کے مال سے۔ سب نے عرض کیا حضور اپنے ہی مال سے محبت ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔ عرض کیا: حضورؐ اس حقیقت کو آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ آدمی کا مال وہ ہے جس کو اس نے کھایا۔ اور وہ ہے جس کو اس نے پہنا اور بوسیدہ کیا۔ اور وہ ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں دیا۔ اس کے سوا جو وہ پیچھے چھوڑ جائے گا وہ اس کا مال نہیں وہ اس کے وارثوں کا مال ہے

★

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے اشراق کی نماز اس طرح پڑھی: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس بار آیۃ الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد سورہ گیارہ بار پڑھی۔ اس کے لئے رضوان اللہ اکبر واجب ہو گئی۔ یعنی جنت واجب ہو گئی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اشراق کی نماز رزق کو کھینچتی ہے اور فقر کو دور کرتی ہے اور آپؐ سے یہ بھی روایت ہے گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اوّاب کے سوا اشراق کی کوئی محافظت نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازے کا نام ضحٰی (اشراق) ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو پکارا جائیگا۔ پابندی سے اشراق کی نماز پڑھنے والے کہاں ہیں؟ آؤ یہ تمہارا دروازہ ہے۔ اس سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا۔ اشراق کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔ اور بعض نے بارہ بھی کہا ہے۔ اس کا وقت سورج کے اونچا ہونے سے کر اس کے استواء تک ہے

حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری رحمتہ اللہ علیہ

تحریر ——— محمد صادق قصوری

ضرورت جتنی ہے صبح روشن کی اندھیرا اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے

ابھی ہم شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ علی پوری، سید ابو البرکات لاہوری اور فخر ملتان مولانا حامد علی خاں (رحمۃ اللہ علیہم) کے صدمات وفات کو نہیں بھولے تھے کہ ۶ اکتوبر کو عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور شریف بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پیاروں کی موت نے میری دنیا اجاڑ دی، یاروں نے دور جا کے بسائی ہیں بستیاں

حضرت پیر سید اختر حسین کی ولادت باسعادت ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں سنوسئی ہند امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ کے خلف اکبر سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ اختر حسین تاریخی نام رکھا گیا۔ جس سے ۱۳۲۹ھ کے عدد نکلتے ہیں۔ ہوش سنبھالنے پر حافظ محمد یعقوب خطیب جامع مسجد کوٹ علی پور شریف سے حفظ قرآن کیا اور پھر مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف میں داخلہ لے لیا۔ وہاں مولانا محمد ابراہیم اور والد گرامی حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رح کے حضور زانوئے تلمذ طے کر کے سند فراغت حاصل کی۔ اس طرح پندرہ سال تک علم حاصل کرنے کے بعد فاضل و اکمل ہو کر نکلے۔

آپ کی طالب علمی کا دور صاحبزادوں اور پیرزادوں کی طرح نہ تھا۔ آپ دوسرے

طلباء کے ساتھ ہی حجروں میں رہتے تھے۔ وہی کھانا کھاتے تھے جو طلباء کے لئے تیار ہوتا تھا۔ غرور و تکبر اور صاحبزادگی سے بالکل محترز رہے۔ شریعت کی پابندی اور تہجد گزاری کی عادت بچپن سے ہی تھی۔ سفر سے بالکل گریز فرماتے تھے تاکہ اسباق میں ناغہ نہ ہو جائے۔ استاد کے ادب و احترام کا خصوصی خیال رکھتے۔ جبکہ استاد بہ زمہریر کی حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔ مولانا غلام رسول گوہر ایڈیٹر انوار الصوفیہ قصور آپ کے ہم جماعت وہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی پیرزادے کی طالب علمی کی زندگی اگر قابل تقلید ہے تو وہ حضرت اختر حسین شاہ صاحب کی تھی۔

سند فراغت کے بعد جدّ امجد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی۔ آپ ۲۰ سال تک سفر و حضر میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ اور مذہبی، ملّی اور سیاسی محاذوں پر ان کی معیت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے فنِ تقریر جدّ امجد سے سیکھا اور مشکل سے مشکل مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل کیا۔ فلسفہ اور منطق پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ اندازِ تقریر عالمانہ، محققانہ اور مورخانہ تھا۔ جس چیز کو بیان فرماتے تو پہلے قرآن، حدیث، اجماع امت اور فقہ سے ثابت کرتے۔ اس کے بعد فلسفہ و منطق و مغربی مفکرین کے افکار کی روشنی میں ایسے دلائل دیتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ جونہی آپ کا خطاب شروع ہوتا لوگ ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح بیٹھ جاتے جیسے سر پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ کا خطاب پانچ پانچ گھنٹے جاری رہتا۔ نہ خود تھکتے اور نہ سامعین اکتاتے جوں جوں تقریر لمبی ہوتی جاتی دلائل و براہین کے انبار لگتے جاتے اور عشقِ رسول ﷺ کے چشمے پھوٹنے لگتے۔ سامعین کے دلوں کی یہ آواز ہوتی کہ وہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں اور تمام عمر اسی طرح ہی تمام ہو جائے۔

آپ صرف ایک شیخ طریقت ہی نہ تھے بلکہ بلند پایہ عالم دین، زبردست مناظر، انشاء پرداز، ادیب، خطیب، سیاستدان بھی تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے صنعت و حرفت کے ذوق کی آبیاری کی۔ درزی کا کام بھی سیکھا اور عطاری جیسے فن

شغل کا شوق بھی فرمایا۔ اور طب و حکمت کی گتھیاں بھی سلجھائیں۔ جدِ امجد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی بیمثال قیادت میں برصغیر کی تمام مذہبی و سیاسی تحریکوں میں جاندار کردار ادا کیا۔ جموں و کشمیر میں توہینِ قرآن کے خلاف تحریک چلی تو آپ ایک قافلہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ سرخ لباس میں ملبوس ہو کر حکومت کے خلاف زبردست تقریریں کیں۔ اور مسلمانوں پر عظمتِ قرآن واضح کی۔ تحریک مسجد شہید گنج میں پوری تندہی سے کام کیا مجلس اتحاد ملت کا پوری طرح ساتھ دیا۔ تحریک پاکستان کا دور آیا تو امیر ملت قدس سرہٗ کی تمام اولاد امجاد کفر و اسلام کی اس جنگ میں کود پڑی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیتے تو پاکستان کی منزل ابھی بہت دور رہتی۔ حضرت قائداعظم نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ، ان کی اولاد امجاد اور وابستگان علی پور شریف کی خدمات جلیلہ کا بارہا اعتراف کیا اور تحسین آمیز کلمات فرمائے۔ حال ہی میں صدر رنے مشائخ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی سُنیت اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں ان کی خدمات جلیلہ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حضرت پیر سید اختر حسینؒ نے بنارس سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان کی کامیابی و کامرانی کے لئے جدِ امجد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی سرپرستی میں جو کام کیا وہ ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ آپ نے شب و روز دورے کر کے مسلم لیگ کو عوام کی حرزِ جاں بنا دیا۔ کانگرس، احرار، سرخپوش، خاکسار تنظیم اور جمعیت علمائے ہند کے مکروہ عزائم کو پاش پاش کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں کام کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کانگرسی حلقوں میں مسلم لیگ کے لئے کام کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بن گیا تھا۔ یہ امتیاز حضرت امیر ملت اور ان کی اولاد امجاد ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے جان کی پرواہ کئے بغیر وقت کے فرعونوں، نمرودوں اور ابوجہلوں کے گھر جا کر کلمۂ حق بلند کر کے سنت انبیاء ادا کی۔ بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ کانگرسی گماشتوں نے جلسہ کو درہم برہم کرنے کی سعیٔ ناشکور کی لیکن حضرت امیر ملت

پیر اختر حسین نے اپنے خطیبانہ کمال اور روحانی جلال و جمال کی بدولت سامعین کو مسحور کر دیا۔ وہ لوگ جو چند لمحے بیشتر جانی دشمن تھے، اب راہ میں آنکھیں بچھا رہے ہیں۔ خاکِ پا کو طوطیائے چشم بنا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اعجاز تھا آپ کی خطابت کا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

یہ امر کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہیں ہے کہ تحریک پاکستان کے دور میں حضرت قائد اعظم پر کفر کے فتوے لگائے گئے، مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کہا گیا۔ بغرض مفتیان کانگرس اور ننگ اسلاف علماء نے بھانت بھانت کی بولیاں بول کر اپنی ازلی و ابدی دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت برصغیر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے جس طرح قائد اعظم کا ساتھ دیا، مسلم لیگ کی حمایت کی اور بھٹکے ہوئے راہیوں کو سوئے حرم پہنچایا۔ یہ تاریخ کا ایک درخشاں حق و باطل کے اس معرکے میں پیر اختر حسین بھی جدِ امجد کے ایک جانثار سپاہی تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو یہ منظر کبھی نہیں بھول سکتا کہ جب حضرت امیر ملت، ان کی اولادِ امجاد اور دیگر علماء و مشائخ مسلم لیگ کا پرچم تھام کر نکلے تو باطل خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ اور قافلۂ حق منزل کی طرف رواں دواں رہا اور جدھر جدھر سے یہ قافلہ گزرا روشنی ہوتی گئی اور لوگ نشانِ منزل پاتے رہے۔ ایسے ہی موقعہ پر کسی نے کہا تھا:

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

تحریک پاکستان میں حضرت امیر ملت اور ان کی اولادِ امجاد کی خدمات بیان کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں، آہ! اب ایسے لوگ کہاں سے ملیں گے جو تحریک پاکستان کے مقاصد کو بروئے کار لاتے ہوئے پاکستان کو نظام مصطفیٰ کا گہوارہ بنا دیں۔

وہ شکلیں یاد ہے جن کی جگر میں ہوک اٹھتی ہے جلیل اس دہر میں پیدا نہ ہو گا اب جواب انکا

پیر سید اختر حسین کی ان مذہبی، سیاسی اور ملی خدمات کی بنا پر عقیدتمندوں نے آپ کو جوہر ملت کا لقب دیا جو ہر لحاظ سے جائز اور درست تھا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے سیاست کے کوچہ کو خیرباد کہہ کر جد امجد کی خدمت کو اپنی متاع عزیز بنا لیا اور جی بھر کر روحانیت کے خزانے لوٹے۔ ۱۹۵۱ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رحلت ہوئی تو آپ کے والد گرامی سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے والد گرامی کی جگہ مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف کی انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں اور ساتھ ہی ساتھ کاشتکاری کا محاذ بھی آپ کے سپرد تھا۔ آپ نے دونوں جگہوں پر فرائض کی بجا آوری کی ایسی مثال قائم کی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ ۱۹۶۱ء میں والد گرامی نے رحلت فرمائی تو آپ کے چچا حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ زیب سجادہ ہوئے۔ اب آپ کی ذمہ داری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مدرسہ، زمینداری کے علاوہ امور خانہ داری کا شعبہ بھی تفویض کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ فتویٰ نویسی میں مفتی مدرسہ کی اعانت کا فریضہ بھی سر انجام دینے لگے۔

۱۹۷۰ء میں سوشلزم کا فتنہ پیدا ہوا تو آپ نے ڈٹ کر اس کی مذمت کی۔ جابجا دورے کر کے اس کا پردہ چاک کیا۔ اور عوام کو تلقین کی کہ اسلامی ذہن و کردار کے حامل امیدواروں کو کامیاب و کامران کریں۔ اس سلسلہ میں قصور میں جم غفیر کے سامنے آپ نے جو معرکۃ الآرا تقریر فرمائی وہ آج بھی عوام کے اذہان پر نقش ہے۔ بد قسمتی سے اسلام پرستوں کی باہمی لڑائی کے سبب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کامیاب ہو گئے اور مسند اقتدار پر بیٹھ گیا۔ مسٹر بھٹو نے زمام حکومت سنبھال کر کئی بار آپ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر امیر ملت کے اس جگر گوشے نے ہر بار دھتکار دیا۔ ۱۹۷۷ء میں الیکشن میں آپ نے ڈٹ کر کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کی حمائت کی اور ایک تحریری بیان کے ذریعے اپنے متوسلین سے خصوصاً اور عامتہ المسلمین سے عموماً اپیل کی کہ وہ سواد اعظم کی ترجمان جماعت کو کامیاب و کامران کریں۔ آپ کا یہ تاریخی بیان ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ و دیگر پرچوں میں چھپا۔ اس الیکشن میں دھاندلی کے نتیجہ میں تحریک نظام

مصطفیٰ چلی تو آپ نے اس تحریک میں کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور سعی کی۔
مئی ۱۹۷۸ء میں عین عرس مبارک کے موقع پر حضرت شمس الملت نے اس
جہان فانی سے کوچ کیا تو جون ۱۹۷۸ء میں آپ کو سجادہ نشین منتخب کیا گیا۔ اب
آپ پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہو چکی تھیں۔ دنیاوی اور روحانی ذمہ داریوں
سے نپٹنا آپ ہی کا دل گردہ تھا۔ اب آپ دن کے پیر اور رات کے مقرب تھے۔ رات
کو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے، روتے اور آنسوؤں سے منہ دھوتے اور دن کو
مریدوں کی تربیت، مدرسہ کا انتظام و انصرام، امور خانہ داری، زمینداری اور لنگر
کی نگرانی کا فرض نبھاتے۔ آپ کی ان بھاری بھرکم مشغولیتوں کو دیکھ کر بے اختیار یہ
شعر بار بار ذہن میں آتا ہے۔

یہ لوگ بھی غضب ہیں کہ دل پر یہ اختیار!
شب موم کر لیا سحر آہن بنا لیا

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں آل پاکستان سُنّی کانفرنس مدینۃ الاولیا ملتان میں منعقد
ہوئی تو آپ بعض اہم مجبوریوں کی بنا پر شرکت نہ فرما سکے۔ لیکن ایک جامع پیغام کانفرنس
کی کامیابی کی دعا کے ساتھ ارسال فرمایا۔ آپ کے اس پیغام کا اعلان کانفرنس کی دوسری
نشست (۱۶/۸ بعد نماز عشاء) میں سٹیج سیکرٹری محمد حنیف حاجی طیب نے کیا
اس کے بعد مارچ ۱۹۷۹ء میں کالعدم جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام رائیونڈ میں
ملک گیر میلاد کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ نے اپنے چچا زاد سید نذر حسین شاہ
کو اپنی نمائندگی کے لیے بھیجا اور کانفرنس کی کامیابی و کامرانی کے لیے دعا فرمائی۔
آپ کی ان گوناں گوں مصروفیات کی بنا پر صحت پر بہت اثر پڑا۔ مگر ہر قسم کے
خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مذہب و ملت کی خدمت میں منہمک رہے۔ آپ
حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ فیاض طبعی اور سیر چشمی کے ساتھ
حزم و احتیاط، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی صفات سے آراستہ تھے۔ دور
دور سے لوگ اپنی مشکلات اور معاملات میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتے آتے

اور آپ بڑی بردباری اور دانشمندی سے اپنے مشوروں سے سرفراز فرماتے اور ان کی اعانت کرتے۔

آپ نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کا مظہر تھے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم توحید امجد سے ورثہ میں ملا تھا۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک ہفت روزہ اخبار نے آپ کا انٹرویو لیا تو آخر میں گذارش کی کہ آپ وطن عزیز کے مسلمانوں کو کوئی پیغام دینا پسند فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "ہم تو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو لئے پھرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی روشنی کی لو لگائی جاسکے۔ ہم نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لئے زندگی وقف کر چکے ہیں۔ ہماری آزادی اور ہماری موت صرف اور صرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

رہ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر نصاب زر و سیم

آپ تقریر کے ساتھ ساتھ میدان تحریر کے بھی شہسوار تھے۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اور قصور میں آپ کے بیش قیمت مقالات قارئین کی ضیافت طبع کرتے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ نے "سیرت امیر ملت" کے نام سے اپنے جد امجد کی سوانح عمری لکھی جو ۱۸/۸×۲۲ کے ۸۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب تصوف، مذہب اور سیاست کا نچوڑ ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضرت امیر ملت کی سچی تصویر آنکھوں کے پردے پر گھومنے لگتی ہے۔ راقم الحروف کو جب بھی آپ کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی زبان اقدس سے قال اللہ و قال الرسول ہی سنا۔

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
کہ ما قصۂ دارا و سکندر نہ خواندہ ایم

آپ کی زندگی کے آخری ایک دو سال بڑے تلخ تھے۔ ایک تو عوارضات نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف اپنے ہی بعض علماء نے بعض مسائل کے اختلاف پر تمام اخلاقی حدود و قیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دل آزار رویہ اختیار کرکے پریشانی

کے اسباب پیدا کئے مگر قربان جاؤں آپ کے صبر و تحمل کے کبھی بھی پیشانی پر بل نہ آنے
دیا۔ ہر سوال کا جواب تحقیق اور پوری ذمہ داری سے دیا۔ کسی وقت بھی زبان و قلم کو
غلط لفظ کے لئے جنبش نہ دی ۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ
" نظام مصطفیٰ ہی ایک ایسا دین ہے جو عوام کے مسائل حل کر سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ اور
کوئی نظریہ مسائل کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے وقت کی یہ اہم ضرورت ہے
کہ اس برکتوں والے نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ کی محبت کا دم
بھرنے والے سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس نظام کو مکمل طور پہ نافذ کروانے کے لئے
اپنے اپنے میدان میں عملی اقدامات کریں ۔"

آپ کی صحت قابلِ رشک تھی لیکن رحلت سے چند یوم قبل طبیعت بہت خراب ہو گئی۔
مقامی ، ارد گرد اور سیالکوٹ کے ڈاکٹروں کا علاج کروایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں
جوں دوا کی کے مصداق صحت بگڑتی گئی ۔ ۱۶ اکتوبر کو کار میں بٹھا کر لاہور بغرض علاج
لایا جا رہا تھا کہ مرید کے ضلع شیخوپورہ کے قریب روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

افسوس ہم سے چھینا بے مہری قضا نے
وہ علم کا دفینہ ، وہ عقل کا خزانہ

آپ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی ۔ ریڈیو پاکستان
لاہور نے چھ بجے شام کی خبروں میں یہ خبر وحشت اثر نشر کی ۔ عقیدتمندوں نے ٹیلی فون
کے ذریعے تمام شہروں میں اطلاع کر دی ۔ دوسرے روز تقریباً دس بجے صبح ہزاروں
عقیدتمندوں کی آہوں اور سسکیوں کے دوران آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ
کو سپرد خاک کر دیا گیا ۔

بس اتنی ہی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

آپ کی رحلت پر دنیائے اہلسنت میں صف ماتم بچھ گئی۔ کیونکہ آپ کی ذات قرون اولیٰ کا اجالا تھی اور ان تذکروں کا انسانی ورق تھی جو صحبت یافتگان رسالت مآب کی روداد ہیں۔ آپ محض فقر و استغناء کی تصویر ہی نہ تھے بلکہ جود و سخا کا آبشار بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خوبیوں سے نوازا تھا زبان و قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ غرض فنا فی اللہ ہو کر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر لحظہ فدا ہوتے کا نام اختر حسین شاہ تھا۔ آہ! اب ہماری شب غم کیسے کٹے گی۔

اس کے جاتے ہی یکایک جو اداسی کا سماں،
چھا گیا رات کو محفل پہ، اسے کیا معلوم!!

—

جب سے اس نے پھیر لیں نظریں رنگ تباہی آہ نہ پوچھ
سینہ خالی، آنکھیں ویراں، دل کی حالت کیا کہئے

—

آپ کی رحلت پر بہت سے شعراء نے تاریخی مادے نکالے اور قطعات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:-

حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے یہ تاریخی مادے نکالے "مغفور سید" ۱۴۰۰ھ "اختر حق نما" ۱۴۰۰ھ

پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری ثم گجراتی نے یہ قطعہ کہا

سید عالی نشاں جب حق سے جا واصل ہوئے　　بارگاہ حق میں ان کو مرتبے حاصل ہوئے
سال احمد نے لکھا ہے "اختر سبط حسین" ۱۹۸۰ء　　"اختر چراغ خلق دلہا" ۱۹۸۰ء　"خلد میں داخل ہوئے" ۱۴۰۰ھ

جناب قمر یزدانی نے یوں تاریخ کہی ہے۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

جناب محمد اکمل ضیبار

یتیم بچے پر رسول کی شفقت

ایک مرتبہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے کسی راستہ پر ایک بچہ کو روتا ہوا دیکھا۔ آپ اس کے پاس کھڑے ہوگئے اور اس سے پوچھا بیٹا کیوں روتے ہو۔ بچہ نے کچھ التفات نہیں کی۔ آپ نے دست شفقت سر پر رکھتے ہوئے دوبارہ دریافت فرمایا: بیٹا آخر تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے۔ بچے نے آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ اور اپنے پاس یتیموں کے غمگسار" کو کھڑے ہوئے دیکھا تو دل اور بھر آیا۔ بچے نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا" میں یتیم ہوں۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔ میرے چچا نے گھر سے نکالدیا ہے اور تمام سامان پر خود قبضہ کر لیا ہے۔

حضور بچے کی انگلی پکڑ کر گھر میں لائے۔ حضرت عائشہ رضؓ کو آواز دی اور فرمایا عائشہ یہ بچہ یتیم ہے اس کے ماں باپ مر چکے ہیں۔ اس کو کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ اور اس کی پرورش کرو۔

بی بی عائشہ رضؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ جب بچہ کھا پی کر مطمئن ہوا تو حضور اکرمؐ نے اس کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا:-

"بیٹا اس گھر کو تم اپنا گھر سمجھو۔ اگر تمہارے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں تو تم محمدؐ کو اپنا باپ اور عائشہ کو اپنی ماں اور فاطمہ کو اپنی بہن سمجھو۔ بچہ خوش ہو گیا اور خانۂ نبوت میں آفتاب رسالت کے زیر سایہ پرورش پانے لگا۔

وعدہ کی پابندی!

ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا اور کہا کہ میں فلاں جگہ آپ کے پاس آؤں گا۔ آپؐ میرا انتظار فرمائیں۔ مگر اتفاق سے وہ آدمی پہلے اور دوسرے دن آنا بھول گیا۔ تیسرے دن جب اس کو یاد آیا تو حضور کو تلاش کرتا ہوا اپنی مقررہ کی ہوئی جگہ پہ آیا۔

آنحضرتؐ اسی جگہ انتظار فرما رہے تھے۔ جب اس کو دیکھا تو آپ نے فرمایا:

اے جوان! تم نے مجھے بڑی محنت میں ڈالا۔ دیکھو میں تین دن سے بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

★

قول و قرار کی پابندی!

حجاج بن یوسف نے ایک شخص زید کو قتل کئے جانے کا حکم سنایا۔ زید نے عرض کیا اے امیر! میرے پاس کچھ لوگوں کی امانتیں رکھی ہیں۔ صرف اتنی مہلتیں دے دیجئے کہ میں ان کے مالکوں کو حوالے کر آؤں۔

حجاج نے کہا کوئی تمہاری ضمانت کرے تو میں اجازت دے سکتا ہوں۔ زید ضمانتی کو تلاش کر رہا ہے کہ ایک نیک صورت شخص کو دیکھ کر پوچھا آپ کا نام کیا ہے کہا عبد الکریم۔ زید نے کہا سبحان اللہ! آقا کریم ہے تو بندہ میں ضرور کرم موجود ہوگا۔ یہ کہہ کر زید نے اپنا سارا ماجرا سنا دیا۔ اور ضمانت کی التجا کی۔ عبد الکریم نے زید پر رحم کرتے ہوئے حجاج کے سامنے ضمانت کر لی۔ اتفاق کی بات کہ زید مقررہ وقت پر، امانتیں واپس کر کے، واپس نہیں آ سکا۔ حجاج نے ضامن کو زید کے بدلے میں قتل کرنے کا حکم سنا دیا۔ عبد الکریم نے عرض کیا مجھے چند نفل پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اجازت مل گئی۔ دو نفل ادا کئے اور قبلہ رو کھڑے ہو کر عرض کی۔ اے مولیٰ! تو کریم ہے اور میں عبد الکریم ہوں۔ صرف اتنا

ہی کہا تھا کہ زید واپس آگیا۔ جلاد نے کہا۔ بھلا تو جان دینے کیوں آگیا؟ زید نے
کہا مجھے خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد ہے۔ اوفو بعہدی اوف بعہدکم
(تم میرا اقرار پورا کرو میں تمہارا اقرار پورا کروں گا) میں جانتا ہوں کہ ایفائے وعدہ
ایمان کی ایک شاخ ہے۔ میں دنیا فانی کی خاطر اپنے ایمان سے باہر نہیں ہونا چاہتا۔
حجاج بہت متاثر ہوا۔ اور دونوں کو معاف کرتے ہوئے ان کے کردار
اور اولعزمی کی تعریف کی۔ (نزھتہ المجالس)

★

شیطان کا سامان تجارت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان کو دیکھا کہ وہ پانچ گدھے سامان لئے جا
رہا ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب دیا۔ یہ تجارت کا سامان ہے۔ میں اس کو فروخت
کرنا چاہتا ہوں۔ پوچھا اس مال کا نام کیا ہے؟ کہا یہ پانچ چیزیں ہیں۔ ظلم، تکبر، حسد،
خیانت اور مکر۔ ظلم سلاطین کے ہاتھ بیچتا ہوں۔ تکبر سرداروں کے ہاتھ۔ حسد قاریوں
کے ہاتھ۔ خیانت سوداگروں کے ہاتھ اور مکر عورتوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔
علامہ نیشاپوری سورہ بقرہ کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں۔ دنیا ایک باغ ہے
جس کی زینت پانچ چیزوں سے ہے۔ علماء کے علم سے۔ امیروں کے انصاف سے،
زاہدوں کی عبادت سے۔ سوداگروں کی امانت سے اور مخلوق کی خیر خواہی سے۔ لہٰذا شیطان
نے پانچ جھنڈے ان پانچوں کے سامنے کھڑے کر دیتے ہیں۔ حسد کے جھنڈے کو علم
کے مقابلہ پر۔ ظلم کے جھنڈے کو انصاف کے مقابلہ پر۔ ریا کے جھنڈے کو عبادت
کے سامنے۔ خیانت کو امانت کے سامنے اور مکر و فریب کو خیر خواہی کے مقابلہ پر۔

★

ماں کی نافرمانی اور عذاب قبر

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کوفہ کے قبرستان میں تشریف (باقی صفحہ ۲۹ پر)

میاں فیاض احمد کوثر

اچھی باتیں

سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کے احوال سے سبق حاصل کرے۔

ہر بات کے ثبوت کے لئے دلیل کام نہیں دیتی۔

اپنا فرض محنت اور توجہ سے ادا کرو اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔

پاکیزہ خیالات سے چہرہ پر نورانیت اور ناپاک خیالات سے تیرگی چھا جاتی ہے۔

اپنے گھر میں جو کچھ تم کرتے ہو وہ تمہارے بچوں کے لئے ایک ضابطۂ عمل ہے اگر اچھے کام کروگے تو ان پر اچھا اثر ہوگا۔

اپنے آمد و خرچ پر نگاہ رکھو اور روزانہ حساب لکھ لیا کرو۔

حتی المقدور ادھار سے بچو ورنہ مصیبت بڑھ جائے گی۔

وعدہ کرو تو اسے پورا بھی کرو۔

اپنے بچوں سے بھی جھوٹے وعدے نہ کرو۔

سب سے ملو جلو لیکن تعلقات کو اس قدر نہ بڑھاؤ کہ تمہارے لئے تکلیف کا باعث بن جائیں۔

بلا وجہ کسی پر بدگمانی نہ کرو۔

رات کو سونے سے پہلے اپنے گھر کے دروازوں وغیرہ کی پڑتال کر لو کہ اچھی طرح بند بھی ہیں۔

کسی کے سامنے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا ذکر نہ کرو۔

جہاں تک ممکن ہو اپنے کام آپ کرو اور بچوں کو بھی اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالو۔